www.KitaboSunnat.com



مقالات — غازی عزیر

# اعتکاف سے متعلق بعض استفسارات کے جوابات

اعتکاف رمضان المبارک کا ایک اہم عمل ہے، جس کے مسائل اکثر لوگ پوچھتے رہتے ہیں بعض مساجد کی انتظامیہ معتکف حضرات کی سرگرمیوں سے شاکی بھی ہوتی ہے...... ذیل میں مسجد کے انتظام وانصرام سے وابستہ ایک صاحب نے تفصیلی طور پر چند چیزوں کے بارے میں علماء سے استفسار کیا ہے کہ ان امور کی قرآن وسنت کی روشنی میں شرعی حیثیت کی وضاحت کی جائے۔ ان استفسارات میں سے راقم کی نگاہ میں اہم نکات صرف یہ ہیں:

(۱) کیا مسجد میں چھوٹے بڑے حتیٰ کہ غیر روزہ دار بچوں کا جمع کرنا جائز ہے؟

(۲) کیا مُعتکِف (اعتکاف کرنے والے) کیلئے ان بچوں کے ساتھ مشغول ہونا درست ہے؟

(۳) کیا تمام اہل خاندان کا کسی تقریب کے مثل مسجد میں جمع ہو کر کھانا پینا درست ہے؟

(۴) بچوں کا مسجد میں شور وغوغا کرنا اور اپنی چیخ پکار سے نمازیوں اور اعتکاف کرنے والوں کو اذیت دینا کیسا ہے؟

(۵) معتکفین کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ دیر تک گفتگو بلکہ گپ شپ میں مصروف رہنا کیسا ہے؟

(۶) ایسے بچوں کا مسجد میں لانا جو وہاں پیشاب کر دیتے ہوں، کیسا ہے؟

(۷) معتکف کے لئے بچوں کو ابتدائی اردو یا قرآن وغیرہ کا درس دینا کیسا ہے؟

(۸) بچوں کے ساتھ پیار ومحبت کرنا کیسا ہے؟

(۹) معتکف کے لئے معلّمی، خیاطی یا جلد سازی کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۱۰) مسجد میں افطاری ایک شخص لائے یا ایک سے زیادہ افراد بھی لا سکتے ہیں؟ عہد صحابہ و تابعین کا اس بارے میں کیا عمل رہا ہے؟

(۱۱) کیا معتکف بچوں کو بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلا سکتا ہے؟

(۱۲) اعتکاف میں بیٹھنے کا اجر وثواب کتنا اور کیا ہے؟

یہاں اعتکاف کی مشروعیت، اس کے اَحکامات، شروط، مستحبات، مباحات، مکروہات اور مبطلات وغیرہ کی بجائے ہم مندرجہ بالا استفسارات کے ضمن میں صرف مندرجہ ذیل چند پہلوؤں پر ہی بحث

☆ عربی عبارات: حافظ حسن مدنی



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کریں گے، کیونکہ ان تمام امور پر پہلے ہی بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور اعتکاف کے ہر موسم میں رسالوں اور اشتہارات کی زینت بنا رہتا ہے:

(۱) اعتکاف کی لغوی واصطلاحی تعریف تاکہ اعتکاف کا مطلوب واضح ہوسکے

(۲) اعتکاف کے اسرار ومقاصد

(۳) اعتکاف کی حالت میں لایعنی گفتگو اور دنیاوی مشاغل سے اجتناب مقتضیاتِ اعتکاف میں سے ہے۔

(۴) مسجد کی حفاظت سے متعلق بعض ناصحانہ گزارشات اور

(۵) اعتکاف کا اجروثواب

## اِعتکاف کی لغوی واصطلاحی تعریف

لغت میں 'اعتکاف' کی تعریف: "لزوم الشيئ وحبس النفس عليه" (یعنی کسی چیز کا لزوم اور اپنے آپ کو اس کے لئے روکے رکھنا) بیان کی جاتی ہے اور شرعی اصطلاح میں، مسجد میں تقرب اور اطاعتِ الٰہی کی غرض سے اس صفت پر اقامت اختیار کرنا جس کا تذکرہ ہم آگے کریں گے، اعتکاف کہلاتا ہے۔ بعض مشاہیر نے 'اعتکاف' کی لغوی واصطلاحی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

امام بغویؒ فرماتے ہیں:

"الاعتكاف هو الاقامة على الشئ فقيل لمن لازم المسجد وأقام العبادة فيه: معتكف و عاكف"[1]

"اعتکاف کا مطلب کسی چیز پر ہیشگی کرنا، جو شخص مسجد کو اپنے لئے لازم کرلے اور اس میں عبادت پر ہیشگی کرے، اسے معتکف اور عاکِف کہا جاتا ہے"

امام ابن قدامہ مقدسیؒ کا قول ہے:

"الاعتكاف فى اللغة: لزوم الشئ وحبس النفس عليه برّا كان أوغيره و منه قوله تعالى﴿مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ﴾(۵۲:۲۱)وقال ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ (۱۳۸:۷) قال الخليل: عكف يعكف و يعكف هو فى الشرع الاقامة فى المسجد على صفة نذكرها و هو قربة وطاعة قال الله تعالى ﴿اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ﴾(۱۲۵:۲) وقال ﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدِ﴾(۱۸۷:۲)[2]

"اعتکاف لغت میں کسی شے کو لازم پکڑنا اور اپنے آپ کو اس کے لئے روکے رکھنا چاہے نیک مقصد کے لئے ہو اس کے علاوہ۔ اسی سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿مَاهٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ﴾ اور ﴿يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ﴾ خلیل کہتے ہیں کہ



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عکف یعکف عکفا سے شریعت میں مسجد میں مخصوص حالت پر قیام کرنا جو تقرب اور اطاعتِ الٰہی وغیرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ﴾ اور ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾"

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

"هو فی اللغة الحبس والمكث واللزوم و فی الشرع المكث فی المسجد من شخص مخصوص بصفة مخصوصة ويسمى الاعتكاف"[۳]

"لغت میں اس کا مطلب رکنا، ٹھہرنا اور لازم پکڑنا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں مخصوص شخص کا مخصوص حالت میں مسجد میں قیام کرنا، اعتکاف کہلاتا ہے"

امام شوکانیؒ کا قول ہے:

"الاعتكاف فی اللغة: هو الحبس واللزوم والمكث والاستقامة والاستدارة ...... فی الشرع: المكث فی المسجد من شخص مخصوص بصفة مخصوصة"[۴]

"اعتکاف لغت میں بند رہنا، لازم پکڑنا، ٹھہرنا، استقامت اختیار کرنا اور اردگرد رہنا کے معنی میں آتا ہے...... شریعت میں مخصوص شخص کا مخصوص حالت میں مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کہلاتا ہے"

امام ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہما اللہ کا قول ہے:

"الاعتكاف لغة لزوم الشئ وحبس النفس عليه و شرعا المقام فی المسجد من شخص مخصوص على صفة مخصوصة"[۵]

"اعتکاف سے لغوی طور پر کسی شے کو لازم کرلینا اور اس پر اپنے آپ کو روک لینا مراد ہے شریعت کی اصطلاح میں مخصوص شخص کا مخصوص حالت پر مسجد میں قیام کرنا اعتکاف کہلاتا ہے"

معہد امام الدعوۃ بالریاض کے مدرس شیخ عبدالعزیز محمد سلمان فرماتے ہیں:

"الاعتكاف لغة: لزوم الشئ وحبس النفس عليه برًّا كان اوغيره وفی الشرع: لزوم مسلم لاغسل عليه عاقل ولو مميّزا مسجدا ولو ساعة من ليل أونهار لطاعة الله"[۶،۷]

"لغت میں اعتکاف کسی شے کو لازم کرنا اور اپنے آپ کو اس کے لئے روکے رکھنا ہے چاہے نیک مقاصد کے لئے ہو یا اس کے علاوہ۔ اور شرعی اعتبار سے کسی عاقل یا ممیز مسلمان کا طہارت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے (مخصوص طریقے پر) مسجد کو لازم کرلینا اعتکاف کہلاتا ہے چاہے دن یا رات کی ایک گھڑی کے لئے کیوں نہ ہو"



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اعتکاف کے اَسرار و مقاصد

اعتکاف کے چند مقاصد اوپر 'تعریف' کے ضمن میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس کے بعض مزید اسرار اور مقاصد تفصیل کے ساتھ ذیل میں پیش خدمت ہیں...... امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اصلاحِ قلب اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے میں استقامت اللہ تعالیٰ کی طرف دل جمعی پر موقوف ہے۔ اگر دل پراگندہ ہو تو اللہ سے لو لگانے میں میلان ناممکن ہے۔ چونکہ کھانے پینے، لوگوں سے میل ملاپ، سونے اور بات چیت میں زیادتی کرنے سے دل کی پراگندگی میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی رفتار میں کوتی، سستی اور رکاوٹ ہی پیدا ہوتی ہے اس لئے عزیز ورحیم کی رحمت کا تقاضا ہوا کہ بندوں پر "روزہ" مشروع فرمائے جس سے کھانے پینے کی زیادتی جاتی رہے اور دل اختلاطِ شہوات سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر چل پڑے...... اسی طرح اللہ تعالیٰ نے "اعتکاف" کو بھی مشروع قرار دیا ہے جس کا مقصد اور جس کی روح اللہ تعالیٰ پر دل کا ٹھہر جانا، اس کے احکام پر دل جمعی، اس کے لئے خلوت نشینی اور مخلوق کے ساتھ مشغولیت سے کٹ کر صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مصروف ہو جانا ہے یہاں تک کہ اس کا ذکر، اس کی محبت اور اس کا اقبال بندہ کے دل میں اس کے فکر و غم کی جگہ لے لے۔ اس کے تمام فکر اور تمام خطرات اللہ کے ذکر سے وابستہ ہو جائیں، اس کی تمام فکریں اللہ کی رضا جوئی اور اس کے تقرب کے حصول کے لئے ہوں، اس کی انسیت مخلوق کے بجائے صرف اللہ کے ساتھ ہو جائے اور یہی انسیت اس کو قبر کی وحشت کے دن کام آئے، اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی مؤنس نہ ہو اور اس کے سوا کسی سے اس کو فرحت و خوشی نہ ملتی ہو، یہ ہے "اعتکاف" کا عظیم مقصود......
بات چیت کے سلسلہ میں یاد رہے کہ اُمت کو زبان کے استعمال میں ہر ایسی بات سے احتیاط کرنے کو لازمی کیا گیا ہے جو آخرت میں مفید نہ ہو۔ اعتکاف کی حالت میں غیر ضروری نیند کو روکنے کے لئے شریعت نے رات کی نماز (تہجد) کو مشروع قرار دیا ہے جو بات چیت کے لئے جاگنے سے بہت بہتر اور مفید ہے۔ عبادت کے لئے باعتدال جاگنے سے دل اور جسم دونوں کو راحت حاصل ہو جائے گی اور بندہ کی نیکی میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اہل ریاضت و سلوک کی ریاضت کا دار و مدار انہیں چار چیزوں پر ہے اور ان میں سب سے زیادہ سعادت مند شخص وہ ہے جو ریاضت کے لئے طریقۂ محمدی کو اختیار کرے اور افراط و تفریط کے ساتھ غلو یا تقصیر کرنے والوں کی راہ سے پرہیز کرے...... ان تمام چیزوں سے اعتکاف کا مقصود اور اس کا مدعا حاصل ہوتا ہے، برخلاف بعض جاہل لوگوں کے جو جائے اعتکاف کو میل ملاپ اور زائرین سے ملاقات کی جگہ بنا لیتے ہیں اور ان کے ساتھ تمام دنیا جہاں کی باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اس میں اور اعتکاف نبوی میں بہت فرق ہے"[۸]

دیارِ عرب کے مشہور عالم دین شیخ سلمان بن فہد العودہ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"ہر عبادت میں کچھ اَسرار اور کچھ حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اور تمام اعمال کا دارومدار قلب پر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلُحتْ صلُح الجسد كله، وإذا فسدت فسد الجسد كله، ألا وهي القلب" [9] (خبردار جسم میں ایک لوتھڑا (دل) ہے ، اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم تندرست ہو جاتا ہے اور اگر وہ فساد زدہ ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے، خبردار وہ لوتھڑا 'دِل' ہے)

اکثر وبیشتر جن چیزوں سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے وہ بے کار مشغلے ہیں جو اسے اللہ عزوجل کے اقبال سے شہواتِ مطاعم و مشارب و مناکح، فضول کلام، فضول نیند اور فضول مصاحبت وغیرہ کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ یہ وہ کام ہیں جن سے دل بٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے مطلوبہ دل جمعی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان مشغولیات میں غلو کرنے سے دل کو محفوظ رکھنے کے لئے 'روزہ' جیسی عبادت کو مشروع قرار دیا ہے جس میں دن میں انسان کھانے پینے اور جماع سے رکا رہتا ہے، چنانچہ روزہ ان فضول ملذات سے دل کو روک کر اللہ تعالیٰ کی جانب رواں دواں کرتا ہے اور جو بے کار مشاغل انسان کو آخرت سے ہٹا کر دنیاداری کی طرف مائل کرتے ہیں ان سے چھٹکارا دلاتا ہے...... جس طرح روزہ دل کے لئے زِرہ کی مانند ہے جو اسے شہوانی صرفِ اوقات اور فضول کھانے پینے اور نفسانی خواہشات کے حملوں سے بچاتی ہے، اسی طرح اعتکاف بھی عظیم اَسرار کا حامل ہے۔ اعتکاف بندہ کو فضول صحبت سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ جو صحبت حدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو وہ بدہضمی کا درجہ اختیار کرلیتی ہے جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے:

عدوّك من صديقك مستفاد ...... فلا تستكثرن من الصحاب

فان الداء أكثر ما تراه ......... يكون من الطعام والشرب

لہٰذا اعتکاف دل کو متواتر فضول کلام سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ اس میں بندہ تمام امورِ دنیا سے فراغت پاکر ... میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے معتکف ہوتا ہے اور وہاں ہر طرح کی عبادت کرتا ہے۔ مسجد میں صرف سونے اور آرام کرنے کے لئے نہیں ٹھہرا رہتا۔ بلاشبہ اعتکاف میں بندہ ان چیزوں سے نجات پانے میں کامیاب رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے طرف متوجہ ہونے سے دل کو روکتی ہیں، مثلاً فضول صحبت وکلام و بے جانیند وغیرہ" [10]

والدِ محترم مولانا محمد امین الاثری رحمانی مبارکپوری "اعتکاف کا مقصد اور اس کی روحانی عظمت" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: [11]

"اعتکاف کرنے والا قربِ الٰہی کی طلب میں دنیا سے یکسو ہو کر اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کردیتا ہے۔ یہاں تک کہ ناگزیر جسمانی ضرورتوں کے سوا ساری مادّی خواہشوں سے بھی دور رہتا ہے۔ اس کے قلب وذہن پر صرف ایک ہی مطلوبِ حقیقی کا ذکر وفکر چھایا رہتا ہے، ہر وقت اس سے لو لگی رہتی ہے یہ کیفیتِ حال اسے فرشتوں کے مشابہ بنادیتی ہے...... الخ"



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پس معلوم ہوا کہ اعتکاف کا مقصود بظاہر یہ ہے کہ انسان لوگوں سے قطع تعلق ہو کر کسی مسجد میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے لئے فارغ ہو جائے۔ اس سے معتکف کی منشا اللہ تعالیٰ کے فضل و ثواب اور لیلة القدر پانے کی ہوتی ہے۔ اس لئے معتکف کو چاہئے کہ اپنے آپ کو ذکر الٰہی، تلاوتِ قرآن، نفلی نمازوں اور دیگر عبادتوں میں مشغول رکھے اور دنیا کی لایعنی اور فضول باتوں سے خود کو بچائے۔ اس سے ہماری مراد ہرگز یہ نہیں کہ وہ گم صم یا چپ چاپ بیٹھا رہے بلکہ اگر وہ اپنے گھر والوں یا دوسروں سے کسی مصلحت اور ضرورت کے تحت تھوڑی بہت جائز بات چیت کر لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ام المومنین حضرت صفیہؓ کی حدیث میں آتا ہے، فرماتی ہیں:

"كان النبي ﷺ معتكفا فأتيته أزوره ليلا فحدثته ثم قمت لأنقلب فقام النبي ﷺ معي" (۱۴)

"نبی اکرم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو میں آپ کے پاس رات کو آیا کرتی اور آپ سے بات چیت کرتی، جب میں واپس جانے کو کھڑی ہوتی تو نبی اکرم میرے ساتھ کھڑے ہو جاتے"

## حالتِ اعتکاف میں کئے جانے والے بعض کام

معتکف کے لئے اطاعات اور عبادات کے کام، مثلاً نفلی نمازیں، ادعیہ و اذکارِ مسنونہ، تسبیح، تکبیر، تہلیل، تحمید، استغفار، تلاوتِ قرآن، صلوٰۃ و سلام اور دعاء نیز تقرب حاصل کرنے کے دیگر کام، مثلاً وعظ و نصیحت کرنا یا سننا وغیرہ چند مستحب اعمال ہیں۔ امام ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اعتکاف بالجملہ مخصوص جگہ پر مخصوص زمانہ میں مخصوص شروط کے ساتھ مخصوص عمل کرنے اور مخصوص چیزوں کو ترک کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو اعمال اس میں خصوصیت سے کئے جاتے ہیں، اس بارے میں دو اقوال ملتے ہیں: بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ اعمال صرف پڑھنے، اللہ کے ذکر کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے تمام اعمالِ بر کا تعلق اعتکاف سے نہیں ہے۔ یہ ابن القاسم کا مذہب ہے جبکہ بعض دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ آخرت کے لئے خاص، تمام نیک اعمال اس میں کئے جا سکتے ہیں جو ابن وہب کا مذہب ہے۔ پس اس مذہب کے مطابق معتکف جنازے میں شرکت کر سکتا ہے، مریضوں کی عیادت کر سکتا ہے اور درس و تدریس کا کام کر سکتا ہے جبکہ پہلے مذہب کے مطابق وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ یہی امام ثوریؒ کا مذہب بھی ہے جبکہ پہلا مذہب امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ ان کے مابین اس اختلاف کا سبب اس چیز کے بارے میں شریعت کی خاموشی ہے، یعنی اس بارے میں صراحت کے ساتھ کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ پس جن لوگوں نے اعتکاف سے "حبس النفس على الأفعال المختصة بالمساجد" (ایسے اعمال تک محدود رہنا جو مسجد میں کئے جاتے ہیں) سمجھا ہے ان کا قول ہے کہ معتکف کے لئے نماز اور قرأتِ قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا عمل جائز نہیں ہے، جبکہ


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جن لوگوں نے اس سے "حبس النفس على القرب الاخروية كلها" (ایسے تمام اعمال بجالانا جو آخرت میں اللہ کے قرب کے لئے ضروری ہیں) سمجھا ہے وہ معتکف کے لئے ہر اس چیز کی اجازت دیتے ہیں جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے۔"(۱۳)

یہاں ایک اہم نکتہ بھی پیش نظر رہے جو والدِ محترم نے یوں بیان کیا ہے:

"اعتکاف دنیا کے سارے کاموں سے کٹ کر اللہ کی عبادت کے لئے یکسو ہو کر رہنے کا ایک خصوصی پروگرام ہوتا ہے لیکن آپ نے دیکھا کہ یہ خصوصی کارِ عبادت بھی کسی دور دراز گوشۂ تنہائی میں نہیں ہو سکتا بلکہ بستی کی جامع مسجد میں انجام پاتا ہے۔ یہ دراصل اس مخصوص تصور کا مظہر ہے جو اسلام، دین اور خدا ترسی کے بارے میں رکھتا ہے۔ اسلام میں عبادت کا منشا اگر بدن کو تکلیف دینے کا رجحان پیدا کرنا ہوتا تو وہ اعتکاف کے لئے جامع مسجد کا انتخاب ہرگز نہ کرتا بلکہ کسی ایسے مقام کا انتخاب کرتا جہاں انسان تو انسان پرندہ بھی پر نہ مار سکے، مگر چونکہ اسلام کے نزدیک عبادت کا منشا ہرگز ایسا نہیں ہے کہ دنیا سے کٹ کر گوشہ گیر ہو جائے اس لئے اس نے اعتکاف جیسی عبادت کے لئے بھی مسجد جیسے مرکزِ اجتماع کا تعین کیا ہے"(۱۴)

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ اعتکاف میں بیویوں کا اپنے معتکف شوہروں کی زیارت کرنا، ان کے ساتھ بقدرِ ضرورت گفتگو اور خلوت میں رہنا جائز ہے، چنانچہ مروی ہے:

"كان النبی ﷺ فی المسجد وعنده أزواجه فرحن فقال لصفية بنت حيی: لا تعجلی حتی انصرف معك ...... الخ"(۱۵)

وروی عبدالرزاق: "أن النبی ﷺ كان معتكفا فی المسجد فاجتمع أليه نساؤه ثم تفرقن فقال لصفية اقلبك الی بيتك فذهب معها......الخ"(۱۶)

"نبی اکرم ﷺ مسجد میں معتکف تھے اور آپ کے پاس آپ کی بیویاں آئیں اور پھر واپس چلی گئیں تو آپ نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جلدی نہ کر، میں تجھے خود چھوڑ آؤں گا"

اور عبدالرزاق نے یوں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے تو آپ کی زوجات آپ کے پاس آتیں اور واپس چلی جاتیں، آپ نے حضرت صفیہ سے فرمایا کہ میں تجھے تیرے گھر چھوڑ آتا ہوں تو آپ ان کے ساتھ چھوڑنے گئے۔"

امام ابن حجر عسقلانیؒ اس حدیث سے فوائد اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفی الحديث من الفوائد جواز اشتغال المعتكف بالأمور المباحة من تشييع زائره والقيام معه والحديث مع غيره، وإباحة خلوة المعتكف بالزوجة و زيارة المرأة للمعتكف...... الخ"(۱۷)

"اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ معتکف جائز امور میں مشغول ہو سکتا ہے مثلاً ملاقاتی کو الوداع کہنا، اس کے ساتھ کھڑے ہونا اور اس سے بات چیت کرنا۔ اسی طرح معتکف کا اپنی بیوی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ علیحدگی کا جواز اور عورت کا معتکف سے ملاقات کرنا وغیرہ بھی"

ان کے علاوہ بعض اور دوسرے مباح کاموں کی تفصیل مختلف کتابوں، رسالوں اور اشتہارات اعتکاف میں دیکھی جاسکتی ہے۔

## حالتِ اعتکاف میں بلاوجہ اور لایعنی گفتگو کرنا ناپسندیدہ ہے

امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"معتکف کے لئے مستحب ہے کہ نماز، تلاوتِ قرآن، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور دیگر افعالِ طاعات وغیرہ میں مشغول رہے اور لایعنی باتوں اور کاموں سے اجتناب کرے، زیادہ باتیں نہ کرے کیونکہ جو بہت بولتا ہے اکثر ٹھوکر کھاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: "من حسن إسلام المرء ترکه مالایعنیه" ("لایعنی چیزوں کو ترک کرنا انسان کے حسن اسلام میں سے ہے") جنگ وجدال، مراء، برا بھلا کہنے اور فحش کلام سے بچے کیونکہ یہ تمام چیزیں جب اعتکاف کے بغیر بھی مکروہ ہیں تو حالتِ اعتکاف میں بدرجہ اولیٰ مکروہ ہوئیں۔ اگرچہ ان چیزوں سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا کیونکہ جو چیز کسی مباح کلام سے باطل نہ ہوتی ہو تو وہ اس کی ممنوعہ باتوں سے بھی باطل نہ ہوگی، جبکہ وطی کا حکم اس کے برعکس ہے۔ ضرورت کے وقت کلام کرنے یا کسی دوسرے سے گفتگو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضرت صفیہ کی حدیث میں مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

"كان رسول الله ﷺ معتكفا فأتيته أزوره ليلاً فحدثته ثم قمت، فانقلبت فقام معي ليقلبني وكان مسكنها في دار أسامة بن زيد...... فمرّ رجلان من الأنصار...... الخ، متفق عليه (نبی اکرم ﷺ حالت اعتکاف میں تھے تو میں ان سے ملاقات کے لئے رات کے وقت مسجد میں آئی۔ کچھ دیر آپ سے باتیں کرنے کے بعد میں اٹھ کھڑی ہوئی، واپسی کے لئے مڑی تو آپ میرے ہمراہ چل دئے تاکہ مجھے چھوڑ آئیں، ان کی رہائش اسامہ بن زید کے گھر میں تھی...... راستے میں دو انصاری صحابی گزرے...... الخ) حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "جو شخص اعتکاف میں بیٹھے وہ نہ گالی گلوچ کرے اور نہ بیہودہ بات کرے، البتہ ضرورت کے مطابق چلتے چلتے اپنے گھر والوں کو کوئی حکم دے سکتا ہے مگر اس کے لئے ان کے پاس نہ بیٹھے"[18]

مسجد میں بکثرت باتیں کرنے کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:

"جو کلام اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہو، اسے مسجد میں کرنا بہتر ہے، لیکن جو کلام حرام ہو مسجد میں اس کا کرنا زیادہ شدت کے ساتھ حرام ہے۔ یہی حال مکروہ باتوں کا بھی ہے۔ مسجد میں مباح کلام بھی بکثرت کرنا مکروہ ہے"[19]

میں کہتا ہوں کہ جب عام حالات میں مسجد میں مباح کلام بکثرت کرنا مکروہ ہے تو حالتِ اعتکاف



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں اس کی کراہت دوبالا ہو جاتی ہے، واللہ أعلم بالصواب

شیخ عبدالعزیز محمد سلمان فرماتے ہیں:

"یُسَنُّ لمعتکف التشاغل بفعل القربیٰ، واجتناب مالایعنیه من جدال و مراء وٗ کثرة الکلام وغیره لقوله ﷺ: "من حسن أسلام المرء ترکه مالا یعنیه" حدیث حسن رواه الترمذی وغیره ولأنه مکروه فی غیر الاعتکاف ففیه أولیٰ روی الخلال عن عطاء قال: کانوا یکرهون فضول الکلام وکانوایعدّون فضول الکلام ماعدا کتاب الله أن نقرأه أو أمر بمعروف أونهی عن منکر أوتنطق فی معیشتك بما لابدلك منه ولا بأس أن تزوره زوجته فی المسجد و تتحدث معه وتصلح رأسه أوغیره مایتلذذ بشئ منها وله أن یتحدث مع من یأتیه مالم یکثر...... الخ"[20]

"معتکف کے لیے ایسے کاموں میں مشغول رہنا مسنون ہے جو تقربِ الٰہی کا باعث ہوں اور لڑائی جھگڑے، نیز کثرتِ کلام ایسے بے فائدہ کاموں سے بچنا بھی سنت ہے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ کسی شخص کے بہترین اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو خیرباد کہہ دے۔ اس حدیث کو امام ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے جو کہ حسن درجہ کی حدیث ہے پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایسے ناپسندیدہ کام جب اعتکاف کے علاوہ مکروہ ہیں تو اعتکاف کی حالت میں تو بالاولیٰ ناپسند قرار دیے جائیں گے۔ خلالؒ نے عطاءؒ سے روایت کیا ہے کہ علماءِ سلف فضول گفتگو کو ناپسند کیا کرتے اور اس سے گریز کیا کرتے تھے۔ ہاں آپ کتاب اللہ کی تلاوت کریں، نیکی کا حکم دیں، برے کاموں روکیں اور اپنی معیشت اور گزران کے بارے میں ضروری بات کر سکتے ہیں اسی طرح معتکف سے اس کی بیوی مسجد میں آکر ملاقات کر سکتی ہے اور اس سے گفتگو کر سکتی ہے اور اس کی کنگھی وغیرہ کر سکتی ہے اور معتکف اپنے پاس آنے والوں کے ساتھ بقدرِ ضرورت گفتگو بھی کر سکتا ہے"

آں محترم ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ویستحب للمعتکف التشاغل بفعل القرب کقراء ة القرآن، والأحادیث الصحیحة والصلاة و ذکر الله و نحوذلك وسن له اجتناب مالا یعنیه من جدل و مراء و کثرة الکلام لماورد عن ابی هریرةؓ عنه قال قال رسول الله ﷺ: من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه"[21]

"معتکف کے مستحب ہے کہ اللہ کے تقرب والے افعال مثلاً تلاوتِ قرآن، احادیث صحیحہ کی قراءت، نماز اور اللہ کا ذکر وغیرہ جیسے افعال بجالائے اور لایعنی باتوں، جھگڑے، کثرتِ کلام وغیرہ سے پرہیز کرے کیونکہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آدمی کے حسن اسلام سے یہ ہے



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ لایعنی باتوں کو ترک کردے"

اور شیخ سلمان بن فہد العودۃ حفظہ اللہ چند ہدایات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دوسرا یہ امر ملحوظ رہے کہ بعض لوگ اعتکاف کو اپنے بعض احباب اور اصحاب کے ساتھ خلوت کا موقع اور فرصت شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ دنیا جہاں کی گفتگو میں مگن رہتے ہیں، یہ امر پسندیدہ نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مسجد میں کوئی دوسرے کے ساتھ اعتکاف کرے، چنانچہ نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، یہاں تک کہ ان میں سے ایک زوجہ مطہرہؓ نے مستحاضہ ہونے کے باوجود بھی آپ کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کیا ہے[۲۲] لیکن اگر اعتکاف سمر و سہر یا قیل و قال وغیرہ کا موقع و محل بن کر رہ جائے تو یقیناً باعثِ حرج ہے۔ بعض جاہل لوگ جو اعتکاف گاہ کو گپ شپ اور میل ملاقات اور لوگوں سے دنیا جہاں کی گفتگو کرنے کا مقام بنا لیتے ہیں ان کی طرف امام ابن قیمؒ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "فهذا لون، والاعتكاف النبوى لون"[۲۴] (اعتکاف کی یہ قسم، نبی اکرم کے اعتکاف سے یکسر مختلف ہے)[۲۳]

## دنیاوی مشاغل سے اجتناب بھی اعتکاف کا تقاضا ہے!

اگرچہ مولانا ابوطیب شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ليس للاعتكاف ذكر مخصوص ولا فعل آخر سوىٰ اللبث فى المسجد بنيّة الاعتكاف ولو تكلم بكلام الدنيا أوعمل صنعة من خياطة أوغيرها لم يبطل اعتكافه"[۲۵]

"اعتکاف کا کوئی مخصوص ذکر یا مخصوص فعل تو نہیں سوائے اس کے کہ مسجد میں اعتکاف کی نیت سے قیام کیا جائے۔ اگر معتکف دنیاوی کلام کرے یا کوئی سلائی وغیرہ کا کام کرے تو اس سے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا"

آں رحمہ اللہ ایک اور مقام پر امام شوکانیؒ سے نقل کرتے ہیں:

"والجمهور على أنه لايكره فيه إلا مايكره فى المسجد وعن مالك يكره الصنائع والحرف حتى طلب العلم...... الخ"[۲۶]

"جمہور کی رائے یہ ہے کہ اعتکاف میں وہ سب کچھ مکروہ ہے جو مسجد میں کرنا ناپسندیدہ ہو۔ امام مالک اس میں صنعت و حرفت کو بھی حرام قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ طلب علم کو بھی"

لیکن امام ابن قدامہ مقدسیؒ کا قول ہے:

"معتکف کے لئے خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو۔"

حنبلؒ فرماتے ہیں:



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"میں نے امام عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ معتکف نہ کچھ فروخت کرے اور نہ کچھ خریدے الا یہ کہ جو اس کے لئے ناگزیر ضرورت ہو مثلاً کھانا وغیرہ۔ جہاں تک تجارت یا لین دین کا تعلق ہے تو ان میں سے کوئی بھی چیز اعتکاف میں جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا قول ہے: بیچنے، خریدنے، سلائی کرنے اور جو بات گناہ نہ ہو، وہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"[۲۷]

لیکن ہمارے نزدیک عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے "باب ماجاء في كراهية البيع والشراء وانشاد الضالة والشعر في المسجد" میں مرفوعاً مروی ہے:

"أن النبى نهىٰ عن تناشد الأشعار في المسجد و عن البيع والشراء فيه وأن يتحلق الناس فيه يوم الجمعة قبل الصلاة......الخ"[۲۸]

"نبی اکرم ﷺ نے مسجد میں شعر و شاعری کرنے، خرید و فروخت کرنے اور جمعہ کے روز نماز سے قبل حلقوں میں بیٹھنے سے منع کیا ہے"......ایک اور حدیث میں مروی ہے:

"عن أبى هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ: اذا رأيتم من يبيع أو يبتاع في المسجد فقولوا: لا أربح الله تجارتك"[۲۹]

"جب تم کسی آدمی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتا ہوا دیکھو تو اسے کہو کہ اللہ کرے تیری تجارت میں نفع ہی نہ ہو"

اولُ الذکر حدیث کی شرح میں علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوریؒ علامہ شوکانیؒ سے نقل کرتے ہیں:

"ذهب جمهور العلماء إلى أن النهى محمول على الكراهة قال العراقى وقد أجمع العلماء على أن ماعقد من البيع فى المسجد لايجوز نقضه وهكذا قال الماوردى وأنت خبير بأن حمل النهى على الكراهة يحتاج إلى قرينة صارفة عن المعنى الحقيق الذى هوالتحريم عند القائلين بأن النهى حقيقة فى التحريم وهوالحق وإجماعهم على عدم جواز النقض وصحة العقد لامنافاة بينه وبين التحريم فلا يصح جعل قرينة لحمل النهى على الكراهة وذهب بعض أصحاب الشافعى لايكره البيع والشراء فى المسجد و الأحاديث ترد عليه انتهى"[۳۰]

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ اول الذکر حدیث میں وارد ممانعت کراہت پر محمول ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ علماء کا اس امر پر اجماع ہے کہ مسجد میں ہونے والی خرید و فروخت کو توڑنا جائز نہیں۔ یہی بات الماوردی نے بھی کہی ہے۔ آپ اس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ نبی اکرم کی ممانعت کو اس کے حقیقی معنی تحریم کی بجائے کراہت پر محمول کرنے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے۔ اور حق بات بھی انہی لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ نہی درحقیقت تحریم کے لئے ہوتی ہے۔...... امام شافعی کے بعض شاگردوں کا خیال یہ ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت ممنوع



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں، لیکن احادیث ان کی رائے کی تردید کرتی ہیں۔"

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"و قد كره قوم من أهل العلم البيع والشراء فی المسجد و به يقول أحمد واسحق و قد رُوی عن بعض أهل العلم من التابعين رخصة فی البيع والشراء فی المسجد...... الخ"[31] آں رحمہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "العمل على هذا عند بعض أهل العلم كرهوا البيع والشراء فی المسجد وهو قول أحمد و اسحاق و قدر خص بعض أهل العلم فی البيع والشراء فی المسجد"[32]

"اہل علم کی ایک جماعت نے مسجد میں بیع و شراء کو ناپسند گرداناہے، یہی امام احمد اور اسحق کا قول ہے جبکہ تابعین میں بعض اہل علم سے مسجد میں خرید و فروخت کی رخصت بھی منقول ہے"

لیکن شارح ترمذی مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا "جمہور علماء کا قول ہی حق ہے" یعنی یہ کہ نہی کراہت پر محمول ہے۔ جہاں تک تابعین میں سے بعض اہل علم حضرات سے اس کی رخصت منقول ہونے کا تعلق ہے تو "بعض کا یہ قول کسی صحیح دلیل پر قائم نہیں ہے بلکہ اس باب کی احادیث اس قول کی تردید کرتی ہیں"[33]

آں رحمہ اللہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"اس بارے میں رخصت پر دلالت کرنے والی کسی دلیل سے میں واقف نہیں ہوں بلکہ اس باب میں وارد احادیث ان لوگوں پر حجت ہیں جو رخصت کے قائل ہیں"[34]

اور امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والحديثان يدلان على تحريم البيع والشراء وانشاد الضالة وانشاد الأشعار...... الخ"[35] "دونوں حدیثیں بیع و شراء کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور گمشدہ چیز کے اعلان اور اشعار پڑھنے کی حرمت پر بھی"

اور مروی ہے کہ "رأى عمران القصير رجلا يبيع فی المسجد فقال: يا هذا أن هذا سوق الآخرة فإن أردت البيع فاخرج إلى سوق الدنيا"[36]

عمران القصیر نے ایک شخص کو مسجد میں کچھ فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو اسے کہا کہ اے فلاں! یہ آخرت کا بازار ہے، اگر تجھے دنیا کی کمائی کرنا ہے تو دنیا کے بازار میں جا!"

ان احادیث و آثار اور مشاہیر علماءِ کرام کی تصریحات کی روشنی میں راقم کہتا ہے کہ ہر وہ کام جو کمائی کا باعث ہو اور اسے دستکاری قرار دیا جاسکتا ہو مثلاً جلد سازی، خیاطی، بڑھئی گیری اور معماری وغیرہ، تو وہ میری رائے میں خرید و فروخت کے ہی حکم میں ہے، چنانچہ امام ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرماتے ہیں:

"جب مسجد میں خرید و فروخت عام حالت میں منع ہے تو اعتکاف کی حالت میں اس کا منع ہونا اولیٰ ہوا۔ جہاں تک دستکاری یا صنعتکاری کا تعلق ہے تو علامہ خرقی رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ: اس سے کمائی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی بمنزلہ بیع و شراء کے تجارت کے حکم میں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنا کوئی ذاتی کام کرلے تو اس کے لئے جائز ہے، مثلاً قمیص وغیرہ (میں بٹن ٹانکنا یا ادھڑ جانے یا پھٹ جانے پر اسے سینا، اس میں پیوند لگانا وغیرہ)

امام مروزیؒ کہتے ہیں کہ

"میں نے ابوعبداللہ سے معتکِف کے بارے میں سوال کیا کہ اگر کوئی اعتکاف میں بیٹھ کر (اُجرت پر) سلائی کرے تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: اگر وہ یہ کام کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اعتکاف ہی میں نہ بیٹھے۔ قاضی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مسجد میں خیاطت جائز نہیں ہے خواہ وہ شخص اس کا محتاج ہو یا نہ ہو، خواہ کم کرے یا زیادہ کیونکہ اس کا تعلق معیشت سے ہے اور یہ چیز اعتکاف سے توجہ کو دوسری طرف الجھا دیتی ہے۔ آپ نے اسے بیع و شراء کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اولیٰ تر بات یہ ہے کہ جسے اس کی تھوڑی بہت ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے ایسا کر لینا مباح ہے مثلاً اگر قمیص پھٹ جائے تو سی لے یا اگر کوئی چیز ٹانکنی ہو تو اسے ٹانک لے، کیونکہ یہ تھوڑا سا کام ہے اور ضرورت اس کی متقاضی ہے...... الخ" (۳۷)

جہاں تک اعتکاف کی حالت میں بچوں کو پڑھانے کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام ابن قدامہ مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جہاں تک قرآن پڑھانے، علم کی درس و تدریس، فقہاء کے مناظرہ اور ان کی مجالست، حدیث کی کتابت وغیرہ کا تعلق ہے کہ جن کا فائدہ عام ہوتا ہے تو اس بارے میں ہمارے اکثر اصحاب کا قول ہے کہ ایسا کرنا غیر مستحب ہے۔ امام احمد کا ظاہر کلام بھی یہی ہے۔ ابوالحسن الآمدی کا قول ہے کہ اس کے استحباب کے متعلق دو روایتیں آئی ہیں: ابوخطاب نے اس کا مستحب ہونا پسند کیا ہے جبکہ اس کا قصد مباہات کی بجائے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔ امام شافعیؒ کا مذہب بھی یہی ہے کیونکہ وہ اسے افضل العبادات قرار دیتے ہیں اور اس کا نفع عام ہوتا ہے۔ لہٰذا یہی اولیٰ ہے کہ نماز کی طرح اس کو بھی نہ چھوڑا جائے۔ ہمارے اصحاب نے اپنے موقف پر اس بات سے دلیل لی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب معتکف ہوتے تھے تو مخصوص عبادات کے سوا کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے کیونکہ اعتکاف وہ عبادت ہے جس کے لئے مسجد کا ہونا شرط ہے لہٰذا اس میں طواف وغیرہ مستحب نہیں ہے" (۳۸)

آں رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"امام مروزی فرماتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ ایک شخص ہے جو مسجد میں



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھاتا ہے لیکن یہ بھی چاہتا ہے کہ اعتکاف کرے اور ہر روز اس میں ایک قرآن ختم کرے؟ آپ نے فرمایا: اگر اس نے اعتکاف کیا تو اس نے صرف اپنے لئے کیا لیکن اگر مسجد میں درس کے لئے بیٹھا تو یہ چیز اس کے لئے اور ساتھ ہی دوسروں کے لئے بھی نفع بخش ہے۔ میرے نزدیک اس کا پڑھانا زیادہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح کسی شخص نے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک اعتکاف اور عبادان نامی جگہ کے لئے خروج میں سے کون سا امر زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ نے جواب دیا: ان میں کوئی برابری نہیں، میرے نزدیک جہاد ایک عظیم شے ہے یعنی عبادان کے لئے خروج اعتکاف سے افضل تر ہے"(۳۹)

علامہ محمد بن صالح عثیمین حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"اعتکاف اس مقصد کے لئے ہونا چاہئے جس کے لئے کہ اسے مشروع قرار دیا گیا ہے۔ وہ مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کے لئے مسجد میں قیام کی اس طرح پابندی کرلے کہ خود کو دنیاوی اعمال سے اللہ کی اطاعت کے لئے فارغ کرلے اور تمام دنیاوی امور سے دوری اختیار کرتے ہوئے نماز وذکر وغیرہ جیسی اطاعت کی اقسام کا ہی اہتمام کرے"(۴۰)

"معتکف دنیاوی اعمال سے دور رہے۔ نہ خرید و فروخت کرے، نہ مسجد سے باہر نکلے، نہ جنازہ کے پیچھے جائے اور نہ مریض کی عیادت کرے۔ بعض لوگ جو ایسا کرتے ہیں کہ وہ معتکف ہوتے ہیں، اس کے باوجود ان کے پاس رات دن کے مختلف حصوں میں ملنے والے لوگ آتے رہتے ہیں اور اس معتکف کے لئے اپنی ناجائز گفتگو سے خلل کا باعث بنتے ہیں۔ یہ عمل اعتکاف کے مقصد کے منافی ہے۔ لیکن اگر اس کے گھر والوں میں سے کوئی فرد اس کی زیارت کرے اور اس کے پاس بیٹھ کر کچھ دیر گفتگو کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ مروی ہے کہ حضرت صفیہ نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی جبکہ آپ معتکف تھے اور آپ سے گفتگو بھی کی تھی۔ اہم چیز یہ ہے کہ انسان اپنے اعتکاف کو اللہ سبحانہ کے تقرب کے لئے خاص کرے"(۴۱)

جہاں تک معتکف کا تمام اہل خاندان کے ساتھ کسی تقریب کے مثل مسجد میں جمع ہو کر اجتماعی طور پر کھانے پینے کا تعلق ہے یا اہل خاندان کے درمیان دیر تک گھرے بیٹھے رہنے اور ان سے دنیا جہاں کی گپ شپ کرنے یا بچوں کے ساتھ پیار و محبت میں مشغول رہنے یا انہیں اپنے ہاتھوں سے کھلانے پلانے (یا ان کو بہلانے، نہلانے اور سلانے) وغیرہ کا تعلق ہے تو ان چیزوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس شخص نے معتکَف میں بھی گویا اپنے گھر جیسا ہی ماحول بنا رکھا ہے۔ بظاہر اس کے گھر اور معتکف میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا ہے۔ اگرچہ یہ تمام اَفعال عام حالات میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے مباح ہیں مگر حالتِ اعتکاف میں یقیناً ناپسندیدہ بلکہ مقصدِ اعتکاف کے صریح خلاف ہیں۔ یہاں میں اس واقعہ کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہوں گا جب رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ نبوی میں حضرت عائشہؓ،



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت زینب اور حضرت حفصہؓ کے خیموں کو دیکھ کر انہیں اکھاڑنے کا حکم دیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے "آلبر ترون......" والی اس حدیث کے مختلف اسباب بیان کرتے ہوئے دیگر احتمالات کے ساتھ یہ احتمال بھی بیان کیا ہے کہ آں ﷺ کے گرد اِن ازواجِ مطہرات کے اجتماع سے ایسا ماحول پیدا ہو جاتا گویا کہ آپ گھر ہی میں تشریف فرما ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

"أو بالنسبة إلی أن اجتماع النسوة عنده يصيره كالجالس في بيته، وربما شَغَلْنَه عن التخلي لما قصد من العبادة فيفوت مقصود الاعتكاف" (۴۲)

اس کام کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ازواجِ مطہرات کا آپ کے گرد جمع ہونا آپ کے لئے گھر ایسا ماحول پیدا کر دیتا اور شاید کہ وہ آپ کو اس علیحدگی سے مشغول کر لیتیں جو اس عبادت سے مقصود ہے، اس طرح اعتکاف کا مقصد ہی فوت ہو جاتا"

لہٰذا ضرورت ہے کہ اس معاملہ میں افراط و تفریط سے احتراز کیا جائے۔ جہاں تک مسجد میں ایک سے زیادہ افراد کے افطاری لانے کا تعلق ہے تو بظاہر اس میں بھی کوئی امر مانع نظر نہیں آتا لیکن جب ہم صحابہ، تابعین اور اَتباعِ تابعین کے دور میں ان کے عمل کو تلاش کرتے ہیں تو مسجد میں نہ تو افطاری لانے والوں کی تعداد کی کوئی تحدید نظر آتی ہے اور نہ ہی ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ خاندان کے تمام افراد معتکف کے پاس افطاری لے کر حاضر ہوتے ہوں۔ البتہ راقم مصنف عبدالرزاق، ابن اسحٰق، ابن ابی شیبہ اور سنن الکبریٰ للبیہقی سے کم از کم ایک ایک واقعہ ضرور درج کرتا ہے جس میں مذکور ہے کہ "میں نے اپنے فلاں بھائی کے لئے افطاری کا سامان لے کر مسجد جارہا تھا کہ راستہ میں مجھے ابن سیرین ملے......"، ایک روایت میں تھا کہ "کوئی خاتون اپنے شوہر کے لئے مسجد کھانا لے جارہی تھی کہ کوئی سائل کھانا مانگنے لگا......"، اور ایک روایت میں مذکور تھا کہ "میں شام کی جامع مسجد میں معتکف تھا، فلاں شخص بلاناغہ میرے پاس افطاری لایا کرتا تھا......" ان واقعات سے کسی فردِ واحد کا معتکف تک کھانا پہنچانا بصراحت معلوم ہوتا ہے، چنانچہ پسندیدہ اور مناسب صورت یہی ہے کہ ضرورتاً گھر سے کوئی ایک فرد یا بچہ معتکف کی افطاری پہنچادے اور خواہ مخواہ وہاں ہجوم لگانے سے احتراز کرے..... فی الوقت انہی دلائل اور واقعات پر اکتفا کرتا ہوں۔

## مسجد کی حفاظت سے متعلق بعض گزارشات

جہاں تک مسجد میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو لانے کا تعلق ہے تو اس کے جواز پر متعدد صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں لیکن ان کے وہاں جمع ہونے، وہاں شور و غل مچانے اور نمازیوں یا دوسرے معتکف حضرات کے لئے خلل اور تشویش کا باعث بننے کا سوال ہے تو اس بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اللہ نے نہایت واضح الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ (۴۳)

''مسجد کو ہر اس چیز سے محفوظ رکھا جائے جو اس کے لئے اور اس میں نماز پڑھنے والوں کے لئے اذیت کا باعث بنے، خواہ وہ مسجد میں چھوٹے بچوں کا آواز بلند کرنا ہو یا وہاں ان کی چیخ پکار یا اسی طرح کی کوئی اور چیز ہی ہو، بالخصوص جبکہ نماز کا وقت ہو کیونکہ یہ چیز عظیم تر منکرات میں سے ہے''

شیخ الاسلام رحمہ اللہ ایک اور مقام پر مزید فرماتے ہیں:

''کسی کے لئے اہل مسجد میں سے کسی کو اذیت پہنچانا جائز نہیں ہے، خواہ وہ نمازی ہوں یا تلاوت کرنے والے یا ذکر و دعا یا ایسے کاموں میں مشغول لوگ کہ جن کے لئے مساجد کو بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی بھی شخص ایسا کوئی کام نہ کرے جو ان لوگوں کے لئے باعثِ خلل و تشویش ہو، نہ مسجد کے اندر، نہ مسجد کے دروازہ پر اور نہ ہی مسجد کے آس پاس بلکہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور اپنے صحابہ کرامؓ کے پاس پہنچے جو نماز پڑھ رہے تھے اور باآواز بلند قراءت کر رہے تھے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: "أيها الناس! كلكم يناجي ربه، فلا يجهر بعضكم على بعض في القرأة" (۴۴) (اے لوگو! تم سب اپنے رب سے مناجات کر رہے ہو لہٰذا تم میں سے بعض بعض پر زور سے قراءت نہ کرے) جب آپؐ نے نمازی کو دوسرے نمازیوں پر زور سے قراءت کرنے سے منع فرمایا تھا تو جو ایسا نہ کر رہا ہو اس کے لئے کیوں کر جائز ہوگا؟ جو کوئی ایسا فعل کرے کہ جس سے اہل مسجد کو خلل یا تشویش ہو یا اس میں مدد یا اضافہ کا سبب بنے تو اسے اس چیز سے منع کیا جائے گا واللہ اعلم'' (۴۵)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اوّل الذکر فتویٰ سے استفادہ کرتے ہوئے شیخ عبدالرحمٰن اللعبون حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''لیکن جو بچے اتنے چھوٹے اور ناسمجھ ہوں کہ انہیں مسجد کی حرمت کا اِدراک نہ ہو اور نہ وہ منضبط ہوں تو ان کو مسجد میں آنے سے روکنا واجب ہے'' (۴۶)

یہاں کوئی اس غلط فہمی میں ہرگز نہ پڑے کہ راقم یا شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کے فتویٰ کا مدار اس روایت پر ہے:

"جنّبوا مساجدكم صبيانكم و مجانينكم و شرار كم و بيعكم و خصوماتكم و رفع أصواتكم و إقامة حدودكم وسلّ سيوفكم...... الخ" (۴۷)

''اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں، بیوقوفوں، شریر لوگوں، سودے بازیوں، جھگڑوں، اونچی آوازوں، حدود اللہ کو قائم کرنے اور تلواریں سونتنے سے بچاؤ......''

کیونکہ یہ روایت اگرچہ مختلف اسانید کے ساتھ وارد ہے لیکن ان طرق میں سے کوئی بھی ایسا طریق نہیں ہے جو ضعف سے خالی ہو۔ لہٰذا باتفاقِ محدثین یہ حدیث ضعیف اور ناقابل حجت ہے، بلکہ امام



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بزار اور عبدالحق اشبیلی رحمہما اللہ نے تو اسے بے اصل (لا أصل له) تک کہا ہے۔اس کے جملہ طرق اور ان کے راویوں کے کوائف پر بحث کرنا یہاں بے محل ہوگا لہٰذا صرف یہ لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے والے محدثین میں امام عقیلی، امام بزار، امام ابن جوزی، حافظ نور الدین سمہودی، امام ہیثمی، امام ابن حجر عسقلانی، امام سخاوی، امام ابن عمر شیبانی، امام منذری، امام شوکانی، امام عجلونی، ملا علی قاری، علامہ بوصیری، علامہ عبدالحق اشبیلی، علامہ حوت بیروتی اور علامہ محمد ناصر الدین البانی وغیرہم کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔[۴۸]

یہاں ایک اور چیز واضح کردوں کہ بچوں کے مسجد میں داخلے کے جواز پر دلالت کرنے والی صحیح روایات میں سے مندرجہ ذیل روایتیں بہت شد ومد کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں:

(۱) عن شداد بن الهاد قال: "خرج علينا رسول اللهﷺ في إحدى صلاتي العشي وهو حامل حسنا أو حسينا، فتقدم النبيﷺ فوضعه ثم كبّر للصلاة فصلى، فسجد بين ظهراني صلاته سجدة أطالها، قال: فرفعت رأسي فاذا الصبي على ظهر رسول اللهﷺ وهو ساجد، فرجعت إلى سجودي فلما قضى رسول اللهﷺ الصلاة، قال الناس: يارسول اللهﷺ! إنك سجدت بين ظهراني صلاتك سجدة أطلتَها، حتى ظننّا أنه قد حدث أمر أوأنه يوحى إليك! قال: كل ذلك لم يكن، ولكن ابني ارتحلني فكرهت أن أعجله حتى يقضي حاجته"[۴۹]

"شداد بن ہاد سے مروی ہے کہ نبی اکرم ایک بار عشاء کی نماز میں نکلے اور آپ نے حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کو اٹھایا ہوا تھا۔ نبی اکرم آگے بڑھے اور انہیں نیچے بٹھا کر نماز کے لئے تکبیر کہی اور نماز پڑھائی۔ اپنی نماز کے درمیانی سجدے میں آپ نے ایک سجدے کو خوب لمبا کردیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ بچہ (حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ) نبی اکرم کی کمر پر سوار تھا اور نبی اکرم جھکے ہوئے تھے۔ میں [دوبارہ] اپنے سجدے کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جب نبی کریم نماز ختم کرچکے تو لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنی نماز کے دوران ایک سجدے کو اس قدر لمبا کردیا کہ ہمیں گمان گزرا کہ کوئی اہم بات ہوگئی ہے یا آپ پر وحی نازل ہورہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، لیکن میرا نواسہ مجھ پر چڑھ گیا اور میں نے ناپسند کیا کہ میں جلدی کروں، تاکہ وہ اپنا شوق پورا کرلے"

(۲) "كان ﷺ يصلي فاذا سجد وثب الحسن والحسين على ظهره، فإذا منعوهما أشار إليهم أن دعوهما فلما قضى الصلاة و ضعتهما في حجره وقال من أحبني فليحب هذين"[۵۰]

"نبی کریم ﷺ نماز پڑھا کرتے، جب سجدہ میں جاتے تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسین


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے۔ جب صحابہ نے انہیں روکنا چاہا تو آپ نے اشارہ کیا کہ ان کو چھوڑ دو، جب نماز پوری کر چکے تو ان کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور فرمایا: جو مجھ سے محبت کا دم بھرتا ہے وہ ان دونوں سے بھی محبت کرے"

(۳) عن أبو قتادة قال: "أن رسول اللهﷺ كان يصلي وهو حامل أمامة بنت زينب بنت رسول اللهﷺ ولأبي العاص بن الربيع، فاذا قام حملها وإذا سجد وضعها"(۵۱)

"ابو قتادہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے اس حال میں کہ آپ نے امامہ [بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ] (ابو العاص بن ربیع کی بیٹی) کو اٹھایا ہوتا۔ جب آپ قیام کرتے تو اس کو اٹھا لیتے، جب سجدہ میں جاتے تو اس کو (زمین پر) بٹھا دیتے"

مگر حق تو یہ ہے کہ ان تینوں روایتوں میں سے کسی روایت سے بھی یہ ثابت کرنا ناممکن ہے کہ امامہ یا حسن و حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے بھی مسجد میں شور و غل مچایا ہو یا وہ اپنی چیخ و پکار سے نمازیوں کے لئے باعث خلل و تشویش بنے ہوں۔ لہٰذا صرف مسجد میں بچوں کے لانے پر اعتراض نہیں بلکہ وہاں ان کی چیخ و پکار اور شور و غل کو روکنا اور انہیں مسجد کی حفاظت و حرمت سے متعلق آداب سکھانا مقصود ہے۔

## اعتکاف کا ثواب

اگرچہ اعتکاف ان اعمال سے ہے جو تقرب الٰہی کے حصول کے لئے کئے جاتے ہیں لیکن اس کے فضائل یا اجر و ثواب کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ اس بارے میں جو کچھ وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا پھر موضوع۔ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ: کیا آپ اعتکاف کی فضیلت کے بارے میں کوئی چیز جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"نہیں، سوائے چند ضعیف روایات کے" (۵۲)

ان ضعیف روایات میں سے ایک حدیث وہ ہے جو ابن ماجہ نے یوں روایت کی ہے:

"عن ابن عباس عن النبيﷺ أنه قال في المعتكف هو يعكف الذنوب و يجري له من الحسنات كعامل الحسنات كلها" (۵۳)

"اعتکاف کرنے والا ایک طرف تو گناہوں سے بچا رہتا ہے اور دوسری طرف اس عمل کی جزا کے طور پر اسے اتنی نیکیاں ملتی ہیں جتنی ساری کی ساری نیکیاں کرنے والوں کو مل سکتی ہیں"

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی اسناد میں ایک راوی فرقد السبخی ہے جو صدوق عابد مگر لین الحدیث اور کثیر الخطاء تھا۔ امام نسائی اور دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ایوب فرماتے ہیں:



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیس بشئ امام ابن حبانؒ کا قول ہے: "كانت فيه غفلة و رواه حفظ فكان يرفع المرسل وهو لا يعلم وليسند الموقوف من حديث لا يفهم فبطل الاحتجاج به" امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ "وہ صالح مرد تھا لیکن حدیث کے معاملہ میں قوی نہ تھا" امام عجلیؒ نے اس میں کوئی حرج نہیں بتایا ہے اور یحییٰؒ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ وہ ضعیف تھا۔ (۵۴)

علامہ محمد ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ نے بھی سنن ابن ماجہ کی اس حدیث کو "ضعیف" قرار دیا ہے۔(۵۵) اس سلسلہ کی دوسری روایت قطعاً من گھڑت (موضوع) ہے اور ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے: "من اعتكف عشرا في رمضان كان كحجّتين وعمرتين"(۵۶) (یعنی جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا تو گویا وہ دو حج اور دو عمروں کے (ثواب) جیسا ہے) صد افسوس کہ تبلیغی جماعت کے سر خیل جناب محمد زکریا کاندھلوی صاحب نے اس حدیث کو بایں الفاظ نقل کیا ہے:

"علامہ شعرانی نے کشف الغمة میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص عشرۂ رمضان کا اعتکاف کرے، اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ہے......الخ"(۵۷)

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں راقم کا مضمون: "کیا اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے مساوی ہے؟" طبع در جریدہ "ترجمان" دہلی مجریہ ۱۳/ اپریل ۱۹۹۱ء اور ضمیمہ کتاب "روزہ" وغیرہ (۵۸)

اس کے باوجود ہمارے علم میں نہیں ہے کہ اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف موجود ہو کہ اعتکاف مسنون ہے اور اس سنتِ نبویؐ پر عمل کرنے میں ایک اضافی فائدہ یہ ہے کہ اس سے اللہ عزوجل کی اطاعت کے لئے نفس کی تربیت ہوتی ہے جس کی آج عام مسلمانوں کو شدید حاجت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سنت پر عمل اور اس کو زندہ کرنے میں سبقت کرنی چاہئے اور اپنے اہل و عیال، بھائی بہنوں، عزیز و اقارب اور دوست احباب میں اسے عام کرنے کی سعی کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ عزوجل اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر دے گا، ان شاءاللہ۔

کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

"أن النبي ﷺ قال لبلال بن الحارث: اعلم، قال ما أعلم يارسول الله؟ قال: انه من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي كان له من الأجر مثل من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئا"(۵۹)

"نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال بن حارث کو فرمایا کہ جان لو! بلال کہنے لگے: کیا، یارسول اللہ! آپ نے جواب دیا جس نے میری کسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مٹ گئی تھی تو اس کے لئے اس سنت پر عمل کرنے والوں کے برابر اجر ہے، جبکہ عمل کرنے والوں کے اجر میں اس سے کوئی کمی واقع نہ ہوگی"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## حاشیہ جات

(۱)شرح السنہ، ج۲، ص۳۹۱ ...... (۲)المغنی، ج۳۲، ص۱۸۳ ...... (۳) کذا فی عون المعبود، ج۲، ص۳۰۷

(۴)نیل الاوطار، ج۳، ص۲۲۱ ...... (۵)فتح الباری، ج۴، ص۲۷۱ و تحفۃ الاحوذی، ج۲، ص۶۸

(۶) الاسئلة والاجوبة الفقهية، ج۲، ص۱۸۳ ...... (۷)موارد الظمآن لدروس الزمان، ج۱، ص۳۸۲

(۸)زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج۱ ص۳۵۵تا۳۵۷، ملخصا

(۹)رواہ البخاری نمبر۵۲ و مسلم نمبر۱۵۹۹ ... (۱۰)دروسِ رمضان، ص۷۷ ...... (۱۱)کتاب روزہ، ص۹۱

(۱۲)رواہ البخاری نمبر۱۸۳۰ و مسلم نمبر۱۷۵ والدارمی، ج۱، ص۴۵۳...... (۱۳)بداية المجتهد، ج۱، ص۳۱۲،۳۱۳

(۱۴)کتاب روزہ، ص۱۰۱ ...... (۱۵) صحیح البخاری مع فتح الباری، ج۴ ص۲۸۲......(۱۶)کذا فی فتح الباری، ج۴، ص۲۷۹

(۱۷)فتح الباری، ج۴، ص۲۸۰ ...... (۱۸)المغنی، ج۳، ص۲۰۳،۲۰۴ ...... (۱۹) مجموع الفتاویٰ، ج۲۲، ص۲۰۰

(۲۰)الاسئلة والاجوبة الفقهية، ج۲، ص۱۹۰ ...... (۲۱)موارد الظمآن لدروس الزمان، ج۱ص۳۸۵

(۲۲)چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: "عتكفتْ مع رسول اللهﷺ إمرأة من ازواجه مستحاضة...... الخ" (صحیح البخاری مع فتح الباری، ج۴ ص۲۸۱)......(۲۳)زاد المعاد، ج۲ ص۹۰......(۲۴)دروسِ رمضان، ص۸۳،۸۴

(۲۵)عون المعبود، ج۲ ص۳۰۷......(۲۶)عون المعبود، ج۲ ص۳۰۹ و نیل الاوطار، ج۳ ص۲۲۳ ......

(۲۷)المغنی، ج۳ ص۲۰۳

(۲۸)رواہ الترمذی (مع التحفۃ ج۱ ص۲۶۶،۲۶۷) وابوداود نمبر۱۰۷۹ والنسائی، ج۲ ص۴۷ وابن ماجہ نمبر۷۴۹ واحمد، ج۲ ص۱۷۸، وحسنہ الترمذی وصححہ ابن خزیمہ وقال الحافظ فی الفتح: "واسنادہ صحیح الی عمرو بن شعیب" (کذا فی النیل ج۱، ص۷۰۴)

(۲۹)اخرجہ الترمذی فی البیوع (مع التحفۃ ج۲ ص۲۷۴) والدارمی ج۱ ص۳۲۴ وابن خزیمۃ فی صحیحہ ج۱/۲ ص۱۴۱ وابن حبان فی صحیحہ نمبر۳۱۲ وابن الجارود نمبر۵۶۲ وابن السنی ص۸۰ والبیہقی ج۲ ص۴۴۷ والنسائی فی عمل الیوم واللیلة ص۱۷۶ والحاکم ج۲ ص۵۶ وقال "صحیح علی شرط مسلم" ووافقہ الذہبی وقال الترمذی: "حدیث حسن غریب" وصححہ عبدالحق الاشبیلی فی "الاحکام" نمبر۸۲۳ والالبانی فی ارواء الغلیل ج۵ ص۱۳۴

(۳۰) تحفۃ الاحوذی، ج۱ ص۲۶۶،۲۶۷، نیل الاوطار ج۱ ص۷۰۵

(۳۱) جامع الترمذی مع تحفۃ الاحوذی، ج۱ ص۲۶۶،۲۶۷ ...... (۳۲) نفس مصدر، ج۲ ص۲۷۴

(۳۳) نفس مصدر، ج۱ ص۲۶۷ ...... (۳۴) نفس مصدر، ج۲ ص۲۷۴ ...... (۳۵) نیل الاوطار، ج۱ ص۷۰۵

(۳۶،۳۷) المغنی، ج۳ ص۲۰۳......(۳۸،۳۹) نفس مصدر، ج۳ ص۲۰۴ ...... (۴۰) فقہ العبادات، ص۲۶۷

(۴۱) نفس مصدر، ص۲۶۷ ...... (۴۲) فتح الباری، ج۴ ص۲۶۷ ...... (۴۳) مجموع الفتاویٰ، ج۲۲ ص۲۰۴

(۴۴) چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ سے بسندِ صحیح مروی ہے، فرماتے ہیں: "اعتكف رسول اللهﷺ في المسجد، فسمعهم يجهرون بالقراءة فكشف الستر وقال: ألا إن كلكم مناج ربه فلايوذين بعضكم بعضا ولا يرفع بعضكم على بعض في القراءة أو قال في الصلاة" (سنن ابوداود مع العون، ج۱ ص۵۱۰) وله شاهد من حديث البياضي قال: إن رسول اللهﷺ خرج على الناس وهم يصلّون وقد عَلَتْ أصواتهم بالقراءة فقال: إن المصلي يناجي ربه فلينظر بما يناجيه به ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن" (شرح السنة للبغوی، ج۳ ص۸۶-۸۷ والمؤطا، ج۱ ص۸۰) ورواه أحمد بسند صحيح


محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



من حديث ابن عمر (مسند احمد، ج ۲ ص ۳٦، ٦٧، ۱۲۹) وسئل الامام تاج الدين الفزارى الدمشقى الشافعي عن جماعة يقرأون القرآن بأصوات مرتفعة بحيث يشوش على الناس هل يجوزلهم ذلك أم لا؟ فأجاب رحمه الله تعالىٰ بقوله: "الأولى أن لا يفعل ذلك والأولى المنع منه" وأجاب الشيخ زين الدين الزواوى المالكى رحمه الله تعالى بقوله: "لايحل ذلك وعلى ولى الأمر المنع من ذلك" وعن الامام مالك رحمه الله تعالىٰ أنه قال: "يخرج من المسجد من يفعل ذلك" وأجاب الشيخ شمس الدين القاضى الحنبلى قريبًا من ذلك وأجاب القاضى الحنفى مثل ذلك، انتهى من كتاب إصلاح المساجد (من المخالفات الطهارة والصلاة و بعض المخالفات المساجد لعبد العزيز السدحان، ج ۱ ص ۲۲۹-۲۳۰)

(۴۵) مجموع فتاوىٰ، ج ۲۲ ص ۲۰۵ ...... (۴٦) من اجل مسجد فاعل، ص ٦٦

(۴۷) سنن نسائی نمبر ۷۵۰، طبرانی کبیر، ج ۸ ص ۱۵٦، مصنف عبدالرزاق، ج ۱ ص ۴۴۱، ۴۴۲، تفسیر قرطبی، ج ۱۲ ص ۲۷۰، الجامع الصغیر نمبر ۳۰۱٦، کنزالعمال، ج ۱ ص ۳۱٦

(۴۸) الفوائد المجموعة، ص ۲۵، الضعفاء الكبير، ج ۳ ص ۳۴۸، فتح البارى، ج ۱۳، ص ۱۵۷، الاجوبة النافعة، ص ٦۳، مجمع الزوائد، ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰٦، تمييز الطيب من الخبيث ص ۷۵، المقاصد الحسنة ص ۱۷٦، ۱۷۵، كشف الخفاء، ج ۱ ص ۴۰۰، الاسرار المرفوعة، ص ۱۰۳، الغماز على اللماز ص ۹۲، اسنى المطالب، ص ۱۲۲، ضعيف سنن ابن ماجه، ص ۵۹، التعليق الرغيب، ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۲۱، الاروا الغليل، ج ۷ ص ۳٦۲، صفة صلاة النبى، ص ۸۳

(۴۹) سنن نسائی مع تعلیقاتِ سلفیہ، ج ۱ ص ۱۴۱، ابن عساکر، ج ۴ ص ۲۵/۷، ۲۱، مسند احمد، ج ۳ ص ۴۹۴، ج ٦ ص ۴٦۷ والحاکم وصححہ ووافقہ الذہبی ...... (۵۰) صحیح ابن خزیمۃ نمبر ۱۸۸۷ والبیہقی

(۵۱) رواہ البخاری (مع الفتح، ج ۱ ص ۵۹۰) و مسلم نمبر ۵۴۳ وابوداود (مع العون، ج ۱ ص ۳۴۴، ۳۴۵) والنسائی (مع التعليقات، ج ۱ ص ۸۳) واحمد، ج ۵ ص ۲۹۵، ۲۹٦، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۰، ۳۱۱

(۵۲) المغنی، ج ۳ ص ۱۸۳ ...... (۵۳) سنن ابن ماجہ نمبر ۱۷۸۱

(۵۴) تاریخ ابن معین، ج ۳ ص ۵۱۳، ج ۴ ص ۴۴، ۹۵، علل لابن حنبل، ج ۱ ص ۱۲۳، التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۴ ص ۱۳۱، التاریخ الصغیر للبخاری نمبر ۹۴، الضعفاء الصغیر البخاری نمبر ۲۹۸، الضعفاء الکبیر العقیلی، ج ۳ ص ۴۸۵، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی نمبر ۴۳۴، الضعفاء والمتروکین للنسائی نمبر ۴۹۰، الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی، ج ۳ ص ۴، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم، ج ۳ ص ۱۸۱، المجروحین لابن حبان، ج ۲ ص ۲۰۴، ۲۰۵، المغنی الذھبی، ج ۲ ص ۵۱۰، میزان الاعتدال للذہبی، ج ۳ ص ۵۴۵، معرفۃ الثقات للعجلی، ج ۲ ص ۲۰۵، تاریخ معرفۃ الثقات لابن شاہین ص ۲٦٦، تقریب التہذیب لابن حجر، ج ۲ ص ۱۰۸، تہذیب التہذیب، ج ۸ ص ۲٦۲، ۲٦۴، قانون الموضوعات والضعفاء للفتنی، ص ۲۸۴، تحفۃ الاحوذی، ج ۲ ص ۱۲۳۔

(۵۵) مشکوٰۃ نمبر ۲۱۰۸، ضعیف ابن ماجہ ص ۱۳۷، التعليق على ابن ماجه، فى ضعيف الجامع نمبر ۵۹۴۰

(۵٦) مجم الکبریٰ للطبرانی، ج ۱ ص ۲۹۲، مشیخۃ للانباری، ج ۱ ص ۱٦۲،

(۵۷) تبلیغی نصاب ص ۴۹۱ طبع ملتان (فضائل رمضان فصل ثالث) ...... (۵۸) کتاب "روزہ" ص ۱۸۳، ۱۷٦

(۵۹) اخرجہ الترمذی وحسنہ وقال الالبانی ایضا) ھذا حدیث حسن" فی ضعیف سنن الترمذی ص ۳۱۷، تخریج السنۃ لابن ابی عاصم نمبر ۴۲، المشکاۃ نمبر ۱٦۸۳، ضعیف الجامع الصغیر نمبر ۹٦۵ وضعیف سنن ابن ماجہ ص ۱۵۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ